www.emarsiya.com

شہرہ جو مرے کلام کا ہر سو ہے
یہ باعثِ رشکِ حاسدِ بدخو ہے
یہ جوہرِ ذاتی میں چھپاؤں کیونکر
خورشید میں روشنی ہے گل میں خوشبو ہے

مرزا دبیر

فرات کی زبانی واقعاتِ کربلا

قسیم ابن نسیم امروہوی

اے بحرِ فکر مانگ روانی فرات سے
سن دشتِ کربلا کی کہانی فرات سے
لائے قلم جو تشنہ بیانی فرات سے
ظرفِ دوات کھینچ لے پانی فرات سے
حرفوں کی ڈھال سطر کی تلوار چاہیے
تحریر کو فرات کی رفتار چاہیے

(۲)

تحریر ہو رواں تو فصاحت طراز ہو
تخلیق میں خدائے سخن کا گداز ہو
شاملِ بیاں میں حرفِ نسیمی کا ساز ہو
ہر زاویے سے فکرِ وراثت نواز ہو
اہلِ ہنر کہیں کہ دلوں کی امید ہے
آئینۂ قدیم کا جوہر جدید ہے

(۳)

کیا کیا لکھے نسیم نے بھی مرثیے کمال
دو مرثیے ہیں وہ بھی کہ جنکی ہے یہ مثال
مہتاب کی طرف سے شبوں کا لکھا ملال
خورشید کی زباں سے سنایا دنوں کا حال
یہ مرثیے ہیں طرۂ نازش لئے ہوئے
مہر و مہ سخن کی ہیں تابش لئے ہوئے

www.emarsiya.com

(۴)

اِن مرثیوں میں دِن ہے عیاں اور کہیں پہ رات — دونوں کے حرف حرف سے روشن ہے حق کی بات
مجھ کو اسی مزاج سے لیکر نئے نکات — کہنا ہے مرثیہ بہ زبانِ لبِ فرات
جو دونوں راستوں کی مسافت پناہ ہے
دِن رات دونوں وقت کی عینی گواہ ہے

(۵)

اَب مرثیے کو فن کی نگاہوں میں تول کر — ذہنِ رسا کے بستۂ مدحت کو کھول کر
ہر قطرۂ فراتِ تخیل میں گھول کر — بھر دوں غموں کے اشک دلوں کو ٹٹول کر
اُبھریں وَرق وَرق پہ جو موجیں صفات کی
تب مرثیہ رقم ہو زبانی فرات کی

(۶)

پیاسوں کی آرزوئیں ہیں جامِ فرات میں — یادوں کی ہے سبیل پیامِ فرات میں
آبِ بقا کی ضَو ہے کلامِ فرات میں — کوئی کشش ضرور ہے نامِ فرات میں
محسوس ہو رہا ہے یہ خود اپنی ذات سے
مربوط خون کی ہے روانی فرات سے

(۷)

ہاں اَے فرات کشتیٔ فن کو مری سنبھال — طوفانِ تشنگیٔ سخن سے مجھے نکال
سیراب کر زمینِ تخیل بصد کمال — ہر لفظ مرثیے کا ہو گلدستۂ مآل
جاری سدا سفینۂ اشکِ عزا رہے
رُو مالِ فاطمہؑ سے مرا رابطہ رہے

(۸)

وہ ذکر ہو کہ اشک فشانی نہ رُک سکے — وہ فکر ہو کہ شعلہ بیانی نہ رُک سکے
سَیلِ حروف و لفظ و معانی نہ رُک سکے — چھ پُشت کی یہ مرثیہ خوانی نہ رُک سکے
وَرثے کی موج دل کی گرہ کھولنے لگے
بَن کر فرات میری زباں بولنے لگے

(۹)

میرا کلام میرا تکلم فرات ہے — میرے حِصارِ فکر کا قُلزم فرات ہے
شدّت ہو پیاس کی تو تلاطم فرات ہے — بُجھ جائے تشنگی تو تبسم فرات ہے
نامِ فرات لب کو جو چھو کر گزر گیا
احساسِ تشنگی رگ و پے میں اُتر گیا

(۱۰)

ہاں اَے فرات مرثیہ گوئی کا ساتھ دے — کاغذ پہ روشنائی کو اپنی صفات دے
مظلومیت کے ذکر کی کُل کائنات دے — بے جاں ہے فکر آبِ بقائے حیات دے
سائنس کہہ رہی ہے کوئی شے فنا نہیں
جو نقش تیری موج پہ ہے وہ مٹا نہیں

(۱۱)

موجوں میں تیری حُسنِ بقا کا وجود ہے — ہر شے کا ہر صدی کی صدا کا وجود ہے
جذبوں کا۔ طاعتوں کی ضیا کا وجود ہے — ایثار کا۔ عطا کا۔ وفا کا وجود ہے
روشن ہے آج بھی یہ ہر اک خاص و عام پر
"مظلومیت" کے جام چلے تیرے نام پر

www.emarsiya.com

(۱۲)

ذکرِ فرات ہے جو روانی کے ساتھ ساتھ — سیراب فن ہے تشنہ دہانی کیساتھ ساتھ
ہے جوشِ فکر شعلہ بیانی کے ساتھ ساتھ — خامہ چلا ہے موج میں پانی کیساتھ ساتھ
مانوس ہے زبان جو پیاسوں کی بات سے
کچھ فاصلہ نہیں ہے قلم کا فرات سے

(۱۳)

گویا قلم فرات ہے مدحت کے باب میں — یہ دونوں ہمسفر ہیں رہِ کامیاب میں
ڈھالیں گے یہ بہم جو کہانی کتاب میں — آئیں گے دونوں نام سخن کے نصاب میں
تُو اے فرات اب جو نظر میں سمائے گی
تحریر میری اشک کی شمعیں جلائے گی

(۱۴)

مثلِ حباب آنکھ ہے میری بھی یَم مزاج — تیری بھی موج موجِ وَرق کی ہے ہم مزاج
تیری بھی لہر اپنے سفر میں قلم مزاج — کاغذ پہ روشنائی نے پایا ہے نَم مزاج
مَیں آئینہ ہُوں تُو ہے جلا بات ایک ہے
مَیں اشک ہُوں فرات ہے تُو ذات ایک ہے

(۱۵)

ہے کیفیت عیاں یہ مری بات بات سے — ہٹتا نہیں ہے دھیان شہِ خوش صفات سے
کیوں دُور کربلا ہے میری حیات سے — مولا کی نسبتوں سے ہے نسبت فرات سے
اِس ربط کا سبب جو شہِ دیں کی ذات تھی
کاغذ پہ اَب جو دیکھا سیاہی فرات تھی

(۱۶)

کہنے لگا یہ مرثیہ گو سے لبِ فرات — کاغذ پہ ہے قلم کربلا کی ہے کائنات
اور یہ قلم زباں میں چھپا کر غمِ حیات — لکھتا رہے تو ختم نہ ہو تشنگی کی بات
تشنہ رہے گا مدحتِ بحرِ صفات میں
ساری فرات بھی جو الٹ لے دوات میں

(۱۷)

بولی فرات درد کی پہچان بن گئی — مدّاحِ اہلبیتؑ کا ارمان بن گئی
آبی صفت تھی ارضِ دبستان بن گئی — ذکرِ غمِ حسینؑ کا عنوان بن گئی
شاعر کے گوشِ دل پہ جو چھانے لگی فرات
افسانۂ کربلا کا سنانے لگی فرات

(۱۸)

پہنچا جو کربلا ابو طالبؑ کا مہ حبیب — تاریخ دوسری تھی محرّم کی بالیقیں
تعمیرِ دیں کے حق میں ہوئی منتخب زمیں — ہونے لگا قیام مرے گھاٹ کے قریں
ذبحِ عظیم کا جو خُلاصہ شروع ہے
خورشیدِ داستان یہیں سے طلوع ہے

(۱۹)

ہوتی ہے داستاں کی یہیں سے جو ابتدا — قبل از ورودِ شاہ بیاباں تھی کربلا
کوئی شجر نہ سائے کا کوئی وجود تھا — بس میں تھی، شورِ آب تھا، خاموش تھی فضا
تعظیمِ اہلبیتِ پیمبرؐ کے واسطے
تنہا تھی خیر مقدمِ سرورؑ کے واسطے

www.emarsiya.com

(۲۰)

آتے جو دیکھا وارثِ کوثر کو دُور سے — رقصاں تھی موج موج بھی کیف و سُرور سے
آئے جو گھاٹ پر تو کہا یہ حضور سے — اِک بار پھر ملی مَیں امامِ غیور سے
صفین و نہروان سے جو اب تک خلار ہا
سلطانِ بحر و بر سے بڑا فاصلہ رہا

(۲۱)

آخر وہ وقت آ ہی گیا مِل گیا سرور — ساحل سمٹ کے بن گیا پھر جلوہ گاہِ طُور
چشمِ طلب میں ایسا سمایا وہ بحرِ نُور — تھی تشنگی قُربِ امامت ہوئی وہ دُور
پھیلی تھی وہ مہک گُلِ خیر الانام سے
میں باغ باغ ہو گئی قربِ امام سے

(۲۲)

بہتا تھا شہ کے فیض کا دریا۔ مری طرف — جاتا نہ تھا دھیان مرا بھی کسی طرف
پرچم کا تھا اشارہ کہ آیا تیری طرف — تا حشر نصب کا ہے ارادہ اسی طرف
میں بولی۔ جلد آ۔ نہ مجھے بے قرار کر
پنجہ، اُبھر کے کہنے لگا، انتظار کر

(۲۳)

گو مختصر تھی میرے مقدر میں یہ بہار — کچھ دیر ہی رہے تھے شہِ آسماں وقار
میرے لئے تھا دید کا حاصل یہ اختصار — اِس اختصارِ وقت پہ صدیاں مری نثار
لب، شاہِ دیں کے تر رہے جبتک کہ آپ سے
شبنم حیات مانگ رہی تھی گلاب سے

(۲۴)

مَیں موج میں تھی مجھکو مری آرزو ملی — لُطف و کرم سے شاہ کے پھر آبرو ملی
معصوم مِل گیا تو طہارت کی خُو ملی — زم زم کے تاجدار سے رُوحِ نمو ملی
کُل بحر و بر سے بڑھ کے یہ میرا نصیب تھا
شاداب تھی کہ وارثِ کوثر قریب تھا

(۲۵)

صِفین میں بھی تھا یہی قدرت کا انتظام — حاصِل ہُوا تھا قُربِ امامِ فلک مقام
مجھکو رہے گا یاد یہ فیضِ علیؑ مُدام — آئے تھے جب وُضو کے لئے گھاٹ پر امامؑ
بیعت تھی فرض مالکِ کوثر کے ہاتھ پر
موجوں نے ہاتھ رکھ دیئے حیدرؑ کے ہاتھ پر

(۲۶)

تہذیبِ صبر و ضبط کا پیکر امام ہے — تقدیر ہے امام مقدّر امام ہے
آئینہ صفاتِ پیمبرؐ امام ہے — کُل طاقتِ اِلٰہ کا محور امام ہے
پھیلا دے فاصلے کبھی اُنکو سمیٹ دے
بستر کی طرح چاہے تو گیتی لپیٹ دے

(۲۷)

قسمت نے جب کیا مجھے شبیرؑ کے قریں — محسوس یہ ہُوا کہ مَیں جنّت میں ہُوں مکیں
حدِ نگاہ سے ہے بہت دُور یہ زمیں — گھُل مِل گئی ہُوں کوثر و تسنیم میں وہیں
یہ شاہِ دیں کا فیض تھا اجداد کی طرح
مجھ پر بھی شفقتیں رہیں اولاد کی طرح

www.emarsiya.com

(۲۸)

تاریخ تھی وہی جو محرم کی دوسری — شہ کے خیام نصب ہی ہونے کو تھے ابھی
پہنچی سپاہِ ظلم تو اک شور تھا یہی — ساحل سے بس کنارہ کرے عترتِ نبیؐ
اُٹھتا تھا شور یہ سپۂ بدصفات سے
کوثر کے وارثوں کو ہٹا دو فرات سے

(۲۹)

سُنتا تھا غور سے جو علمدار یہ کلام — نظریں تھیں تیر قہر برائے سپاہِ شام
دیکھا جو یہ جلال تو کہنے لگے امام — عباسؑ، وقتِ صبر ہے، برپا نہ ہوں خیام
شہ کا جو حکم دائرۂ امتحان تھا
حیدرؑ کا شیر تیر کے بدلے کمان تھا

(۳۰)

ساحل سے دُور جا کے جو برپا ہوئے خیام — میں رہ گئی تڑپ کے۔ ہٹا لشکرِ امام
زہرِ جُدائی پی گئی لیکر حسنؑ کا نام — ساحل تک آ گیا تھا تلاطم کا اثر دہام
"پانی میں بھی رہی نہ جو طاقت ثبات کی
ساحل سے سر پٹکتی تھیں موجیں فرات کی"

(۳۱) مصرعِ میر انیسؒ

ساحل نے کھو دیا جو شۂ تشنہ کام کو — ڈھالا اک اضطراب میں اپنے خرام کو
پایا جو خود سے دُور، سپاہِ امام کو — اُٹھ اُٹھ کے دیکھنے لگیں موجیں خیام کو
نزدیک جائے گا جو نہ پانی جناب کے
خیموں کو دیکھتے رہے خیمے حباب کے

(۳۲)

رخصت ہوئی جو ماہِ محرم کی چھ شتاب — اُمڈا تھا ساتویں کو عجب ابرِ اضطراب
ابنِ بتولؑ، جلتی زمیں اور قحطِ آب — مالک سے ملکیت چھنی آیا یہ انقلاب
قربت نہ تھی جواب شہِ عالی صفات سے
نفرت سی ہو گئی مجھے خود اپنی ذات سے

(۳۳)

بیتاب تھی کہ اذن اگر دیں امامِ دہر — بن جاؤں دم میں فوجِ عدو کیلئے میں قہر
حیدرؑ رسی انگلیوں کی طرح بن کے میری لہر — چیرے اِن آزدروں کو تو پھیلے نہ شر کا زہر
خیمے تلک رسائی مری بالیقین ہو
دو ٹکڑے مثلِ نیل اگر یہ زمین ہو

(۳۴)

اللہ رے وہ صبرِ امامِ فلک وقار — کہتے تھے مجھ سے دیکھ کے مجھکو وہ بے قرار
اس پیاس پر ہی دیں کی بقا کا ہے انحصار — تشنہ لبی کی جیت ہے سیرابیوں کی ہار
پانی کی چاہ صبر کی ہمت سے دُور ہے
یہ پیاس اضطراب نہیں ہے سُرور ہے

(۳۵)

بولی فرات آلِ نبیؐ کا ہے یہ حشم — ہے تشنگی، مگر نہیں اس تشنگی کا غم
پانی کی چاہ میں نہیں ہونگے یہ سر قلم — چاہیں جو شاہؑ، دم میں ہو کوثر تہہِ قدم
آدم سے تا حسینؑ وفا کی ہے تشنگی
یہ تشنگی رضائے خدا کی ہے تشنگی

www.emarsiya.com

(۳۶)

ہے تشنگی وفا بھی وفا کا خراج بھی — عصیاں کی ہو خلش تو ہے حرؑ امتزاج بھی
گہوارے کی فضا میں ہے اصغرؑ مزاج بھی — شبیرؑ کی ہے سب سے بڑی احتیاج بھی
اِس تشنگی کے دم سے قدم میں ثبات ہے
زم زم ہے گر لہو۔ تو پسینہ فرات ہے

(۳۷)

یہ پیاس دیں کے واسطے سوغات بن گئی — شعلوں میں گھر کے فخر و مباہات بن گئی
لیکن وہ آگ شمر کی جو ذات بن گئی — خیمے جلا کے پیکرِ ظلمات بن گئی
بھڑکی بہت پہ قلب کی تہہ تک نہ آسکی
ہرگز نہ خیمہ گاہِ محبت جلا سکی

(۳۸)

کوئی نہ وار اہلِ شقاوت کا چل سکا — طوفاں بھی نوحؑ کے نہ ارادے کچل سکا
دریائے تشنگی کے نہ رُخ کو بدل سکا — اپنی جگہ سے صبر کا بادل نہ ٹل سکا
کشتیٔ جبر وقت کے دھارے میں بہہ گئی
اے تشنگی نواز تیری بات رہ گئی

(۳۹)

رُخ پر جو غازیوں کے تبسم نمائی تھی — گویا وہ صبر و شکر کی صولت دکھائی تھی
سوکھے لبوں پہ اپنی زباں جو پھرائی تھی — تیغِ دو لب نے پیاس پہ ضربت لگائی تھی
وہ خشک ہونٹ فتح و ظفر کا مدار تھے
گویا وہ ذوالفقار کے آئینہ دار تھے

(۴۰)

سوکھے لبوں نے تیر کی رفتار کاٹ دی — شہ رگ نے ظلم کی رگِ پیکار کاٹ دی
یوں تشنگی نے ضربِ ستمگار کاٹ دی — پیاسے کی پسلیوں نے یہ تلوار کاٹ دی
دہشت سے دستِ شمرِ ستمگر سمٹ گیا
خنجر گلے کی دھار پہ آیا تو کٹ گیا

(۴۱)

صیاد آشیاں کی پہنچ تک نہ آسکا — قرآن کو نہ منکرِ قرآں جلا سکا
زنجیرِ جبر، صبر کو کب وہ پنہا سکا — شمشیرِ تشنگی سے نہ خود کو بچا سکا
تابوتِ شر کی آخری یہ کیل بن گئی
موسیٰؑ کے دشمنوں کے لئے نیل بن گئی

(۴۲)

تھی جاں گزا وہ ماہِ محرم کی شبِ نویں — خیمے میں ایک قطرہ بھی پانی نہ تھا کہیں
آوازِ العطش پہ بہ اذنِ امامِ دیں — آیا تھا مشک بھرنے بریرؑ فلک نشیں
سقائی کے شرف سے طرح دار بن گیا
عباسؑ کی نگاہ کا معیار بن گیا

(۴۳)

پہنچا جو آب سوئے خیامِ شہِ عرب — مشکیزے سے لپٹ گئے سب طفلِ تشنہ لب
بچوں کے اضطراب سے ہلچل مچی جواب — تسمہ کھلا تو بہہ گیا پانی زمیں پہ سب
بے بس تھی میں، یہ راز جو اُس وقت پالیا
خاکِ شفا نے بڑھ کے گلے سے لگالیا

www.emarsiya.com

(۴۴)

اللہ رے ناصرانِ شہنشاہِ کربلا — ہر ایک تھا ابوذرؓ و سلمانؓ کا آئینہ
تھے ہاشمی جوان سبھی مثلِ مرتضیٰؑ — نقشہ سا کھنچ گیا تھا پیمبرؐ کے عہد کا
یہ پُرکشش فضا مری قسمت جگا گئی
محسوس یوں ہوا کہ مدینے میں آگئی

(۴۵)

پیاسوں کو تشنگیٔ رضائے امام ہے — خاموش لب سے شہ کی حمایت مدام ہے
لیکن علیؑ کے شیر پہ نصرت تمام ہے — عباسؑ، صرف "مرضیٔ سرورؐ" کا نام ہے
شہ کی رضا سے آج فضا ہی بدل گئی
تیغِ جلال، صبر کے سانچے میں ڈھل گئی

(۴۶)

فطرت بدل گئی ہے عجیب آج حال ہے — سر پر جری کے سایۂ صبرِ کمال ہے
اب تیغ ہے نہ غیظ نہ رُخ پر ملال ہے — دستِ وفا میں صرف اطاعت کی ڈھال ہے
میداں میں کون آتا ہے ہتھیار کے بغیر
یہ ایک ہی سپاہی تھا تلوار کے بغیر

(۴۷)

پھر بھی ہے اسلحے کا خزینہ لئے ہوئے — سامانِ حفظِ شاہِ مدینہ لئے ہوئے
تیروں کے روکنے کو ہے سینہ لئے ہوئے — شمشیرِ تشنگیٔ سکینہؑ لئے ہوئے
میدانِ جنگ میں یہ انوکھی مثال ہے
مشکؑ و علمؑ بچانے کو ہاتھوں کی ڈھال ہے

(۴۸)

ساحل پہ جب کہ آئے تھے اس سورما کے پاؤں — رفعت نشاں تھے وارثِ دستِ خدا کے پاؤں
اپنی جبیں سے میں نے جری کے لگا کے پاؤں — کوثر سے پہلے چوم لئے باوفا کے پاؤں
لپٹی قدم سے آپ کے کچھ پاس ہوگئی
میں جزوِ ذکرِ حضرتِ عباسؑ ہوگئی

(۴۹)

کہتی تھی استقامتِ پیہم دلیر کی — دل کی اُمنگ فرض کی طاقت سے زیر کی
تھا صاف آشکار یہ ہے وجہ دیر کی — تھامی تھی دستِ صبر نے زنجیر شیر کی
پہرہ تھا اعتدال کا بحرِ جلال پر
تھی تربیت حسینؑ کی حدِ کمال پر

(۵۰)

یہ تربیت تھی راہ میں مانع ہر اس کی — عالم میں تشنگی کے بھی خنکی تھی آس کی
موجیں دھواں ہوئی تھیں حرارت سے پیاس کی — جلتی تھی پائے گرم سے ہر چیز پاس کی
اک حشر سا بپا تھا مری کائنات میں
ڈوبا ہو جیسے ٹوٹ کے سورج فرات میں

(۵۱)

ایسے میں تشنہ لب کی حدیں ہیں جلال و صبر — وقتِ وغا ادب کی حدیں ہیں جلال و صبر
رنج و غم و تعب کی حدیں ہیں جلال و صبر — عباسؑ کے غضب کی حدیں ہیں جلال و صبر
یہ وارثِ علیؑ ہے یہی اہلِ ہوش ہے
بپھری ہوئی فراتِ شجاعت خموش ہے

www.emarsiya.com

(۵۲)

وہ اہلِ ہوش، ہوش کا عالم ہے جس کی ذات — طاعت بدوش عزم کا دریا علیؑ صفات
بحرِ وفا سبیلِ بقا - ضبط کی فرات — اُمّ البنینؑ کا لختِ جگر پیکرِ ثبات
لیکن سوا ہیں چشمِ دلاور میں فاطمہ صلوٰۃ
بازو اسی کے لائیں گی محشر میں فاطمہ صلوٰۃ

(۵۳)

بازو کا ذکر قلب پہ وہ کر گیا اثر — یاد آگیا درود وہ غازی کا گھاٹ پر
پانی میں مشک ڈال کے بولا وہ خوش سیر — پیاسا ہے تین روز سے زہراؑ صلوٰۃ کا سارا گھر
بھر دے اِسے یہ ایک خزینہ کی مشک ہے
جاں سے عزیز مجھکو سکینہؑ کی مشک ہے

(۵۴)

مشکیزہ بھر کے پھر وہ پھرا شاہؑ کی طرف — آمادہ ظلم و جور پہ تھا سعد کا خلف
تھا میرا آب مشک میں، بدکار کا ہدف — تیر و کمان لیکے بڑھی ظالموں کی صف
ناگاہ ایک تیرِ عجب ظلم ڈھا گیا
مشکیزہ چھید کر مرے سینے میں آگیا

(۵۵)

پانی بہا تو میں یہ پکاری بصد بکا — عباسؑ گر رہے ہیں فرس سے غضب ہوا
کانٹے زمین سے کوئی جا کر چُنے ذرا — گر سنگ ریزے ہوں تو ہٹا دے پئے خدا
آفت یہ آئی ہے بنِ اُمّ البنینؑ پر
بے ہاتھ گر رہا ہے فرس سے زمین پر

(۵۶)

کہتی تھی، یا خدا رُخِ حالات موڑ دے — مالک یہ زورِ اہلِ شقاوت کا توڑ دے
قادر - یہ ہاتھ جسم سے سقے کے جوڑ دے — خالق - پھر ابرہوں پہ ابابیل چھوڑ دے
چھلنی ہوئی ہے مشک اِسے پھر سنوار دے
ڈوبیں یہ سب، فراتِ سروں سے اُتار دے

(۵۷)

غازی پکارا، جاں سے گزرنا عزیز ہے — اِن بازوؤں کا اب تو بکھرنا عزیز ہے
دنیا میں ایک پل نہ ٹھہرنا عزیز ہے — جب پانی بہہ گیا ہمیں مرنا عزیز ہے
یارب نہ آنچ آئے کوئی شاہِ دین پر
یہ کہہ کے گر گیا وہ فرس سے زمین پر

(۵۸)

وہ کیا گرا کہ آس کی دیوار ڈھ گئی — مَیں خود ہی گویا سیلِ خجالت میں بہہ گئی
خیمے میں جاؤں یہ مری حسرت ہی رہ گئی — پیاسے رہے امام قیامت یہ سہہ گئی
غازی سے عرض کی، کہ یہ آقا عجب ہوا
ساحل پہ آکے پیاسے پھرے یہ غضب ہوا

(۵۹)

وہ بولے غم نہ کھا جو مَیں پیاسا رہا وہاں — خیمے میں جاں بلب ہیں سبھی طفل اور جواں
آیا تھا مَیں سکینہؑ کو دے کر تسلیاں — تو بے خطا ہے اس کا بھی شاہد ہوں بے گماں
تو ہے شریکِ مقصدِ شاہِ انام میں
تجھ پر بھی تیر برسے ہیں راہِ امام میں

www.emarsiya.com

(۶۰)

اِک تیر نے چراغِ تمنّا بجھا دیئے — اِس ظُلمِ ناروا نے دو۲ عالم ہلا دیئے
راہِ وفا میں شیر نے شانے کٹا دیئے — بچّی نے پانی مِلنے کے ارماں مِٹا دیئے
بے آب یُوں ہوئے کبھی بچے نہ خَلق میں
گویا لگا یہ تیر سکینہؑ کے حَلق میں

(۶۱)

مشکیزہ چھد گیا، یہ ہُوئی شہ کو جب خبر — نزدِ اخی میں آ گئے شہنشاہِ بحر و بر
اکبرؑ سے یہ تڑپ کے کہا اے مِرے قمر — جلدی چلو چچا ہیں مصیبت میں گھِر گئے
پانی بہا، ہمیں نہیں اس کا مَلال ہے
عباسؑ کی جُدائی کا سہنا محال ہے

(۶۲)

پہنچے مِرے قریں تو پکارے دہائی ہے — کِس جا پڑی ہے مشک کہاں میرا بھائی ہے
کی عرض میں نے، کرب میں شہ کا فدائی ہے — مولاؑ یہ مَیں ہُوں۔ وہ ہے جری، یہ ترائی ہے
جب سے چھدی ہے مشک یہی میرے بَین ہیں
ہوتے ہوئے فرات کے پیاسے حسینؑ ہیں

(۶۳)

مولا معاف کر دیں جو میرا قصور ہو — بخشیں خطائیں حُرؑ کی۔ امامِ غیور ہو
خدمت نہ کر سکی یہ ندامت تو دور ہو — ذکرِ وفا میں ذکر مِرا بھی ضرور ہو
حسرت یہ تھی کہ پیار کروں گی صغیر کو
اَب کوستی ہُوں مَیں بن کاہل کے تیر کو

(۶۴)

بے چَین تھی کہ خیمے تلک آؤں یا حسینؑ — پہلے تھی آرزو کہ بقا پاؤں یا حسینؑ
پانی سکینہؑ بی بی کو پہنچاؤں یا حسینؑ — اَب فکر ہے زمیں میں سما جاؤں یا حسینؑ
ناموسِ مصطفیٰؐ و علیؑ تشنہ کام ہے
پیاسے رہے امام تو جینا حرام ہے

(۶۵)

کیا کہیے کیا فرات نے حالت بنائی ہے — اِک عالَمِ فراقِ شہِ کربلائی ہے
اَب اُس جگہ پہ خود ہے نہ اُسکی ترائی ہے — بَس اے قسیمؔ بات سمجھ میں یہ آئی ہے
ہر آن محوِ گریۂ سرور میں ہے فرات
عباسؑ خلد میں ہیں تو کوثر میں ہے فرات